بسم اللہ الرحمن الرحیم | مسئلہ ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ | نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ مین کہ آب مستعمل کی کیا تعریف ہے بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا لمن جعل الطھور غاسل اٰثامنا فطھر ارواحنا بالسالۃ الماء علی اجسامنا فیالہ من منۃ وافضل الصلاۃ وازکی السلام علی من طھرنا من الانجاس وادام دیم نعمہ علینا حتی نقانا من الادناس وعلی اٰلہ وصحبہ واھل السنۃ امین۔

اقول وباللہ التوفیق ماءِ ف۱ مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جسکی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اوس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنیوالے نے اپنے بدن پر اوسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یون اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کرکے عضو سے جدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی مین ہے اور بعض نے زوال حرکت وحصول استقرار کی بھی شرط لگائی یہ بعونہ تعالٰی دونون مذہب پر جامع مانع ہے کہ ان سطرون کے سوا کہین نہ ملیگی۔ اب فوائد قیود سُنیے (۱) آب کثیر یعنی دَہ دردَہ یا جاری پانی مین محدث وضو یا جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھوئی جائے تو پانی نہ نجس ہوگا نہ مستعمل لہذا قلیل کی قید ضرور ہے (۲) ف۲ محدث نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈ یا میل وغیرہ جدا کرنے کے لیے یا اوس نے اصلا کوئی فعل نہ کیا نہ اوس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اوسپر پانی ڈالدیا جو اوسکے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل مین پاک کرنا ہنوز اوسپر فرض تھا مثلاً محدث کے ہاتھ یا جنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتون مین شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہوگیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کرکے اوتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ مکلف سے ساقط کردیا اگرچہ پچھلی صورتون مین ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا مین باقی ہے اور پہلی مین تو یعنی جبکہ تمام اعضا دھولیے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اوتر گیا تنبیہ ف۳ پانی گولی یا بڑے مٹکے کے سوا کہین نہین وہ برتن جھکانے کے قابل نہین چھوٹا برتن مثلا کٹورا ایک ہی پاس تھا وہ اوسی برتن مین گرکر ڈوب گیا کوئی بچہ یا باوضو آدمی ایسا نہین جس سے نکلوائے اب بمجبوری محدث خود ہی ہاتھ ڈالکر نکالیگا یا چھوٹا برتن سرے سے ہے ہی نہین تو ناچار چُلّو لے کر ہاتھ دھوئیگا ان دونون صورتون مین بھی اگرچہ شکل اول یعنی اسقاط واجب تطہیر پائی گئی مگر یہ ضرورۃً معاف رکھی گئی ہین بے ضرورت ایسا کریگا تو پانی کل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہوجائیگا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو رہے۔ بیان ف۴ اوس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جسپر سے ہنوز حکم تطہیر ساقط نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلاً پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علما کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہوجاتا ہے اور قابل وضو وغسل نہین رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اوتنا مستعمل ہوا جسقدر اوس

پارۂ بدن سے ملا باقی آس پاس کا پانی جو اوس عضو کی محاذات میں ہو اور اوس سے مس نہ ہوا مستعمل نہ ہوا یہیں تک تمام پانی کہ اس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہو اوس پر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر مٹکے یا گولی میں کہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہیگا کہ ظاہر ہے کہ جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اوس سے نیچے رہا وہ اوس حصے سے بہت زائد ہے جس نے ہاتھ سے مس کیا اور جب غیر مستعمل پانی مستعمل سے زائد ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہے مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھڑے بھر آب غیر مستعمل میں ڈال دیا تو یہ مجموع قابل وضو ہے کہ مستعمل نامستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کرکے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اوتنا ہی ہوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ الگ رہا اوس پر غالب ہے اور فریق اول نے فرمایا کہ پانی ایک متصل جسم ہے اوسکے بعض سے ملنا کل سے ملنا ہے لہذا ناخن کی نوک یا پھوے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کل مٹکا مستعمل ہو جائیگا۔ یہ دو قول ہیں اور فریق اول ہی کا قول احتیاط ہے بہرحال اتنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چُلّو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائیگا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی ہر طرح جامع مانع ہے (۳) باوضو آدمی نے بہ نیت ثواب دوبارہ وضو کیا (۴) سمجھ وال نابالغ نے وضو بقصد وضو کیا (۵) حائض و نفسا کو جبتک حیض و نفاس باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں مگر اونھیں مستحب ہے کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تہجد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں بھی وضو کرکے کچھ دیر یاد الٰہی کر لیا کرے کہ عبادت کی عادت باقی رہے۔ اونھوں نے یہ وضو کیا (۶) پاک آدمی نے ادائے سنت کو جمعے یا عیدین یا عرفے یا احرام یا اور اوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا (۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانا کھا کر بہ نیت ادائے سنت ہاتھ دھوئے یا کلی کی (۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کلی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا (۹) کچھ اعضا دھو لیے تھے خشک ہو گئے سنت موالات کی نیت سے اونھیں پھر دھویا ان سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہو جائیگا کہ اگرچہ اسقاط واجب نہ کیا اقامت قربت کی۔ میت کو نہلا کر غسل کرنا بھی مستحب ہے کما فی الدر وغیرہ (۱۰) میت کے بارے میں علما مختلف ہیں جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقیہ ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہوا مائے مستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہے بحر الرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اوس نے بھی اسقاط واجب کیا **اقول** لہذا ہم نے انسان کا پارۂ جسم کہا نہ مکلف کا کہ میت مکلف نہیں اور تطہیر لازم تھی نہ یہ کہ اوسکے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے ذمے پر نہیں احیا پر لازم ہے (۱۱) یونہیں غسل میت کا دوسرا اور تیسرا پانی بھی آب مستعمل ہوگا کہ اگرچہ پہلے پانی سے اسقاط واجب ہو گیا مگر غسل میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے **اقول** ولہذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا (۱۲) وضو علی الوضو کی نیت سے دوسرے کو کہا مجھے وضو کرا دے اوس نے بے نیت ثواب اسکے اعضائے وضو دھو دیے پانی مستعمل ہو گیا کہ جب اسکے امر سے ہے اور اسکی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائیگا الا ترى انه لو فعل ذلك محدث ذو ... فقد اتى بالمامور به من امر فاغسلوا وامسحوا انما كان عليه

(۱۳) باوضو آدمی نے اعضا ٹھنڈے کرنے یا میل دھونے کو وضو بے نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اب نہ اسقاط واجب ہے نہ اقامت قربت (۱۴) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھوچکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلاوجہ چوتھی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلاف ادب ہے (۱۵) ہاں اگر شک ہو کہ دو بار دھویا یا تین بار یوں تیقن تثلیث کے لیے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہوجائیگا اگرچہ واقع میں چوتھی بار ہو (۱۶) جسے حاجت غسل نہیں اوس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی (۱۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ مونھ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلّی کی اور ادائے سنت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہوگا کہ حدث و قربت نہیں (۱۸) باوضو نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستعمل نہ ہوا کہ تعلیم وضو اگرچہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کرنا فی نفسہ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن ولہذا ہمنے قید لگائی کہ وہ استعمال خود کارِ ثواب تھا یعنی فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ولو مقصودا لغیرہ کالوضوء (۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ دھویا (۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا نابالغ بچے کو نہلایا اور اونکے بدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلّی یا چوہا حتی کہ مذہب راجح میں کتّا بھی جبکہ پانی اونکے لعاب سے جدا رہا اگرچہ یہ نہلانا اونکے دفع مرض یا شدت گرما میں ٹھنڈ پہنچانے کو بہ نیت ثواب ہو مستعمل نہ ہوگا

اقول کپڑا برتن جانور اور اونکے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور نابالغ کو نہلانا مثل وضوئے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچوں کے نہلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں نہ آیا ہاں اونھیں بلکہ ہر مسلمان و جاندار کو نفع و آرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اوس حکم کی نیت سے کلیہ محمودہ کے نیچے آکر قربت ہوسکتے ہیں مگر موجب استعمال وہی فعل ہے جو بذات خود قربت مطلوب شرع ہو (۲۲) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جسکی تطہیر غسل سے واجب ہوگی مگر ابھی لازم نہیں بعد انقطاع لزوم ہوگا اقول لہذا ہمنے بالفعل کی قید لگائی (۲۳) ناسمجھ بچے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھکر بطور نقل و حکایت افعال وضو و نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہوگا کہ نہ قربت نہ حدث (۲۴) وضو کرنے میں پانی جبتک اوسی عضو پر بہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائیگا ورنہ وضو محال ہوجائے بلکہ جب اوس عضو سے جدا ہوگا اوسوقت مستعمل کہا جائیگا اگرچہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہوا ہو مثلاً مونھ دھونے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کہ مونھ سے جدا ہوکر آیا کلائی پر بہا لیا جمہور کے نزدیک کافی نہ ہوگا کہ مونھ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہوگیا ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے اونکے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائیگا (۲۵) اقول نجاست میں حکمیہ کی تقیید کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے نزدیک مطلقاً ناپاک ہوجائیگا نہ کہ مستعمل (۲۶) اقول ہمنے پانی کو مطلق رکھا اور خود رفع نجاست حکمیہ و اقامت قربت ہائے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے ماءِ مطلق مراد ہے تو شوربے یا دودھ کی لسی یا نبیذ تمر سے اگر وضو کرے وہ مستعمل

نہ ہونگے کہ اونسے وضو ہی نہ ہوگا تو مستعمل کیا ہون (۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہا کو خارج کر دیا کہ انسے وضو کرے تو مستعمل نہ ہونگے اگرچہ بے وضو ہو اگرچہ جنب ہو اگرچہ نیت قربت کرے کہ غیر آب[ف۱] نجاست حکمیہ سے اصلاً تطہیر نہین کرسکتا تنبیہ اگر کہیے ۲۶، ۲۷ کا ثمرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شے نجس نہین ہوجاتی صرف نجاست حکمیہ دُور کرنے کے قابل نہین رہتی یہ قابلیت ان اشیا مین پہلے بھی نہ تھی تو انکو مستعمل نہ ماننے کا فائدہ کیا ہوا **اقول** اولاً تو یہی فائدہ بہت تھا کہ مستعمل نہ ہونے سے انکی طہارت متفق علیہ رہیگی کہ مستعمل کی طہارت مین ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے ثانیاً[ف۲] مستعمل اگرچہ طاہر ہے مگر قذر ہے مسجد مین اوسکا ڈالنا ناجائز ہے ان اشیا کو مستعمل نہ بتانے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلاً جس گلاب سے کسی نے وضو کیا اوسے مسجد مین چھڑک سکتے ہین کہ وہ مستعمل نہ ہوا بالجملہ یہ وہ نفیس وجلیل جامع ومانع وشافی ونافع تعریف ماے مستعمل ہے کہ بفضل الٰہی خدمت کلمات علمائے کرام سے اس فقیر پر القا ہوئی وللہ الحمد بسہولت حفظ کے لیے فقیر اوسے نظم کرتا اور برادران دینی سے دعائے عفو وعافیت کی طمع رکھتا ہے ؎

ماے مستعمل کہ طاہر نامطہر وصف اوست بر بشر در قربت مطلوبہ عیناً صرف شد	جامع ومانع جدا واز رضا دو حرف شد راکدے[۱] کانسان جدا شد از بدن مستعمل ست	مطلقے کو واجب ستن زحدثے کاست یا لیک نزد بعض چون قائم بجایا ظرف شد

دو شعر اخیر مین وہ تمام تفاصیل آگئین جو یہانتک مذکور ہوئین اور یہ بھی کہ راجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائیگا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہین۔ اب عبارات علما اور بعض مسائل مذکورہ مین اپنی تحقیق مفرد ذکر کرین وباللہ التوفیق تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار مین ہے لایجوز بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو من ممیز (اذا توضأ یرید به التطهیر کما فی الخانیة وظاهرہ انه لو لم یرد به ذلك لم یصر مستعملا) او حائض لعادۃ عبادۃ (قال فی النهر قالوا بوضوء الحائض یصیر مستعملا لانه یستحب لها الوضوء لکل فریضة وان تجلس فی مصلاها قدرها کیلا تنسی عادتها وینبغی ان لو توضأت لتهجد عادی او صلاۃ ضحی ان یصیر مستعملا اھ واقرہ الرملی وغیرہ ووجهه ظاهر فلذا اجزم به الشارح فاطلق العبادۃ تبعا لجامع الفتاوی) او غسل میت (وکون غسالته مستعملة هو الاصح بحر اقول قول العامة واعتمدہ البدائع ان نجاسة المیت نجاسة خبث لانه حیوان دموی ویجوز عطفه علی ممیز ای ولو من اجل غسل میت لانه یندب الوضوء من غسل المیت) او ید لاکل او منه بنیة السنة (قید به فی البحر اخذا من قول المحیط لانه اقام به قربة لانه سنة اھ وفی النهر وعلیه ینبغی اشتراطه فی کل سنة کغسل فم وانف اھ قال الرملی ولا تردد فیه حتی لو لم یکن جنبا وقصد بغسل الفم والانف مجرد التنظیف لاقامة القربة لا یصیر مستعملا) او لرفع حدث کوضوء محدث ولو للتبرد فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقا (اورد ان تعلیم الوضوء قربة واجاب البحر وتبعه النهر وغیرہ ان التوضی نفسه لیس قربة بل التعلیم وهو خارج عنه ولذا یحصل بالقول) کزیادۃ علی الثلث بلا نیة

قربة (ان اراد الزيادة على الوضوء الاول وفيه اختلاف المشائخ اما لو اراد بها ابتداء الوضوء صار مستعملا بدائع اى اذا كان بعد الفراغ من الوضوء الاول والا لكان بدعة كما مر فلا يصير مستعملا وهذا ايضا اذا اختلف المجلس والا فلا لانه مكروه بحر لكن قدمنا ان المكروه تكراره فى مجلس مرارا) وكغسل نحو فخذ (مما ليس من اعضاء الوضوء وهو محدث لا جنب) او ثوب طاهر (ونحوه من الجامدات كقدور وثمار قهستانى) او دابة تؤكل (بحر عن المبتغى قال سيدى عبد الغنى وغيرها كذلك لانها لا تنجس الماء ولا تسلب طهوريته كحمار وفارة وسباع بهائم لم يصل الماء الى فمها اه وذكر الرحمتى نحوه) او لاسقاط فرض بان يغسل بعض اعضائه (التى يجب غسلها احترازا عن غسل المحدث نحو الفخذ) او يدخل يده او رجله فى حب لغير اغتراف ونحوه (بل لتبرد او غسل يده من طين او عجين فلو قصد الاغتراف ونحوه كاستخراج كوز لم يصر مستعملا للضرورة) فانه يصير مستعملا اذا انفصل عن عضو وان لم يستقر فى شئ على المذهب وقيل اذا استقر (فى مكان من ارض او كف او ثوب ويسكن عن التحرك وهذا قول طائفة من مشائخ بلخ واختاره فخر الاسلام وغيره وفى الخلاصة وغيرها انه المختار الا ان العامة على الاول وهو الاصح واثر الخلاف يظهر فيما لو انفصل فسقط على انسان فاجراه عليه صح على الثانى لا الاول نهر وقدمنا ان اعضاء الغسل كعضو واحد فلو انفصل منه فسقط على عضو اٰخر من اعضاء الغسل فاجراه عليه صح على القولين اھ ملتقطا وفى الهندية عن التاتارخانية لو توضأ بالخل او ماء الورد لا يصير مستعملا عند الكل اھ **تنبيه** قال فى المنية بعد ما عرف المستعمل بماء ازيل به حدث او استعمل فى البدن على وجه القربة ما نصه امرأة غسلت القدر او القصاع لا يصير الماء مستعملا اھ **اقول** وهو كما ترى مطلق يشمل ما اذا نوت به اقامة سنة لاجرم ان قال فى الغنية قوله فى البدن احتراز عما اذا استعمل فى غيره من ثوب ونحوه بنية القربة فانه لا يصير مستعملا ويتفرع على ما ذكرنا امرأة غسلت القدر او القصاع الخ لكن قال فى الحلية اما القدر والقصاع ونحوهما من الاعيان الطاهرات كالبقول والثمار والثياب والاحجار فلان الجمادات لا يلحقها حكم العبادة اما لو نوت بذلك قربة بان غسلتهما من الطعام بقصد اقامة السنة كان ذلك الماء مستعملا اھ **اقول اولا** فيه بعد ولم يعزه لاحد وقد قيد فى مختصر القدورى والهداية والمنية وغيرها الاستعمال لقربة بكونه فى البدن واقر عليه هذا المحقق ومفاهيم الكتب حجة ولذا جعله فى الغنية احترازا ومثله فى الجوهرة النيرة حيث قال قوله فى البدن قيد به لانه ما كان من غسالة الجمادات كالقدور والقصاع والجارة لا يكون مستعملا الخ **وثانيا** تراهم عن اخرهم يرسلون مسائل الاستعمال فى غير بدن الانسان ارسالا تاما غير جانحين الى تقييدها بعدم نية القربة كمسألة غسل الدابة المذكورة فى المبتغى والفتح والبحر والدر والتاتارخانية وغيرها ومسألة الثوب ومسألة الاحجار ومسألة الثمار ومسألة القدور والقصاع هذه وغيرها فاطباقهم على الاطلاق فيها يؤذن باتفاقهم على تعميمها

ف۱: مسئلہ
ف۲: تطفل علی الحلیۃ
ف۳: تطفل
ف۴:

ببدن الانسان فان كل ذلك يحتمل نية القربة كغسل ثوب ابويه من الوسخ والثمار من الغبار لاكلهما واحجار فرش المسجد للتنظيف الى غير ذلك فما من مباح الا ويمكن جعله قربة بنية محمودة كما لا يخفى على عالم علم النيات و ثالثا هذا التقييد هو القضية للدليل الذى جعل به اقامة القربة مغيرا للماء عن وصف الطهورية اعنى حمله الأثام من البدن المستعمل فيه في الهداية قال محمد رحمه الله تعالى لا يصير مستعملا الا باقامة القربة لان الاستعمال بانتقال نجاسة الأثام اليه وانها تزول بالقرب وابو يوسف رحمه الله تعالى يقول اسقاط الفرض مؤثر ايضا فيثبت الفساد بالامرين اھ وفي العناية التغير عندهما (اى تغير الماء وتدنسه عند الشيخين رضى الله تعالى عنهما) انما يكون بزوال نجاسة حكمية عن المحل وانتقالها الى الماء وقد انتقلت الى الماء في الحالين (اى حال اقامة القربة وحال اسقاط الواجب) كما تقدم من اعتبارها بالنجاسة الحقيقية فيثبت فساد الماء بالامرين جميعا اھ موضحا ومثله في البحر عن المحيط حيث قال تغير الماء عند محمد باعتبار اقامة القربة به وعندهما باعتبار انه تحول اليه نجاسة حكمية وفي الحالين تحول الى الماء نجاسة حكمية فاوجب تغيره اھ وفي التبيين سببه اقامة القربة او ازالة الحدث به عند ابى حنيفة وابى يوسف وعند محمد رضى الله تعالى عنهم اقامة القربة لا غير والاول اصح لان الاستعمال بانتقال نجاسة الحدث او نجاسة الأثام اليه اھ وقال في الكافي سؤر الكلب نجس لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم يغسل الاناء من ولوغ الكلب ثلثا لا يقال جاز ان يؤمر بالغسل تعبدا كما امر المحدث بالوضوع لان الغسل تعبدا لم يشرع الا في طهارة الصلاة فانه يقع لله تعالى عبادة والجمادات لا يلحقها حكم العبادات لانها باعتبار نجاسة الأثام والجمادات ليست باهل لها لا يقال الحجر الذى استعمل في رمى الجمار يغسل ويرمى ثانيا لاقامة القربة به لان الحجر آلة الرمى وقد تتغير الآلة بنقل نجاسة الأثام اليها كمال الزكوة والماء المستعمل اھ باختصار اقول وبمباحثنا هذه ظهر ولله الحمد ان مطلق الوقاية والنقاية والكنز والغرر والاصلاح والملتقى والتنوير محمول على مقيد الكتاب والهداية والمنية وما يؤيده لطباقهم على اشتراط الانفصال عن العضو للحكم بالاستعمال وانما وقع المقال في اشتراط القرار بعد الانفصال فشرطه بعض المشايخ وبه جزم في الكنز مخالفا للكافيه واختاره الامام فخر الاسلام وغيره في شروح الجامع الصغير وهو مذهب الامام ابى حفص الكبير والامام ظهير الدين المرغينانى وقال في الخلاصة هو المختار ورجحه الاتقانى في غاية البيان زاعما ان في عدم اشتراطه حرجا كما بينه مع جوابه في البحر والمذهب عند نا ان حكم الاستعمال بمجرد الانفصال وصححه في الهداية وكثير من الكتب واعتمده في الكافي وضعف خلافه وعليه المحققون كما في الفتح والعامة كما في البحر بل في المحيطات ان القائل باشتراط الاستقرار الامام سفين الثورى رحمه الله تعالى دون اهل المذهب وقد تكفل في الفتح والبحر برد ما تعلقوا به واشار اليه في الدرر وبالجملة المذكور في كلام الفريقين هو الانفصال عن العضو المؤذن بان المراد استعماله في البدن لا غير والله تعالى اعلم ورابعا

محل نظر كون غسل الاوانی بالماء لمجرد اثر الطعام قربة مطلوبة بعينها بل المطلوب هو التنظيف وربما يحصل بلحس وبخرقة وبغير ماء مطلق والاول اقرب الی التواضع والتأدب باداب السنة فاخرجه الامام مسلم فی صحیحه عن جابر رضی الله تعالی عنه ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم امر بلعق الاصابع والصحفة وقال انکم لاتدرون فی ایه البرکة وله کاحمد وابی داود والترمذی والنسائی عن انس رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم امرنا ان نسلت القصعة قال فانکم لاتدرون فی ای طعامکم البرکة وللامام احمد والترمذی وابن ماجة عن نبیشة الخیر الهذلی رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم من اکل فی قصعة ثم لحسها استغفرت له القصعة زاد الامام الحکیم الترمذی عن انس رضی الله تعالی عنه وصلت علیه وزاد الدیلمی عنه فتقول اللهم اعتقه من النار کما اعتقنی من الشیطان وللحاکم وابن حبان فی صحیحهما والبیهقی فی الشعب عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالی عنهما فی حدیث یرفعه الی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم لایرفع القصعة حتی یلعقها او یلعقها فان فی اخر الطعام البرکة وللحسن بن سفیٰن عن رائطة عن ابیها رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم لان العق القصعة احب الی من ان اتصدق بمثلها طعاما وللطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم من لعق الصحفة ولعق اصابعه اشبعه الله تعالی فی الدنیا والاخرة وخصوص الغسل بالماء من الامور العادیة الشائعة بین المؤمنین والکفار فانّی سنة التنظیف ای التنظیف لانه سنة ادخله بنیته تحت عام محمود فکان کمترضیٔ توضأ للتعلیم ثم اقول تحقیق المقام علی ما علمنی الملک العلام ان لیس کل ما جعل قربة مغیرا للماء عن الطهوریة بل یجب ان یکون الفعل المخصوص الذی یحصل بالماء اولا وبالذات قربة مطلوبة فی الشرع بخصوصه ومرجعه الی ان تکون القربة المطلوبة عینا لاتقوم الا بالماء اذ لو جاز ان تحصل بدونه لکان لتحققها موارد منها ما یحصل بالماء ومنها غیرها فما یحصل بالماء اولا وبالذات لایکون مطلوبا بعینه بل لحصول المطلوب بعینه فیتحصل ان یکون نفس انفاق الماء فی ذلک الفعل مطلوبا فی الشرع عینا اذ المطلوب عینا لما لم یحصل الا به کان ایضا مطلوبا عینا کالمضمضة والاستنشاق فی الوضوء والتثلیث فیه وفی الغسل ولو للمیت ولعلک تظن ان هذه فائدة لم تعرف الا من قبل العلامة صاحب البحر وتبعه علیه اخوه فی النهر اقول کلا بل المسألة اعنی وضوء المتوضیٔ للتعلیم منصوص علیها فی المبتغی والفتح وغیرهما من کتب المذهب وقد نص فی الدر انها متفق علیها ولاشک انها صریحة فی تلک الافادة فان التعلیم قربة مطلوبة قطعا وقد نواه بهذا التوضی وهو فی هذا المخصوص ایضا متبع للسنة الماضیة ان البیان بالفعل اقوی من البیان بالقول ومع ذلک اجمعوا انه لایصیر مستعملا فکان اجماعا ان لیس کل قربة تغیر الماء بل التی لاتقوم الا بالماء اذ لافارق فی التوضی بنیة التعلیم وبنیة الوضوء علی الوضوء

الاھذا انہ لابد ان تکون التی تتوقف علی الماء قربۃ مطلوبۃ بعینھا والا لعاد الفرق ضائعا اذلاشک ان الوضوء للتعلیم یحصل لقربۃ مطلوبۃ شرعا فیکون قربۃ وھو لایقوم الا بالماء لکن الشرع لم یطلبہ عینا انما طلب التعلیم وھو لایتوقف علی انفاق الماء فاستقر عرش التحقیق علی ما افاد البحر وظھران الصواب فی فرع القدر والقصاع مع الغنیۃ فلذا عولنا علیہ **اقول** ف۱ ومما یؤیدہ اطلاقھم قاطبۃ مسألۃ التوضی والاغتسال للتبرد مع ف۲ ان التبرد ربما یکون لجمع الخاطر للعبادۃ والتقوی علی مطالعۃ کتب العلم وھو لاشک اذ ذاک من القرب فکل مباح فعلہ العبد المؤمن بنیۃ خیر خیر غیر انہ لم یطلب عینا فی الشرع وان ساغ ان یصیر وسیلۃ الی مطلوب **واعظم** منہ ف۳ مسألۃ الاغتسال لازالۃ الدرن فھو ف۴ مطلوب عینا فی الشرع فانما بنی الدین علی النظافۃ وقد کانت ھذہ حکمۃ الامر بالاغتسال یوم الجمعۃ کما افصحت بہ الاحادیث بید ان ازالۃ الوسخ لایتوقف علی الماء فلم یکن مما طلب فیہ الشرع انفاق الماء عینا بخلاف غسل ف۵ الجمعۃ والعیدین وعرفۃ والاحرام فان من اغتسل فیھا بماء ثمر او نبیذ تمر مثلا لم یکن اٰتیا بالسنۃ قطعا وان زال بہ الوسخ والدرن وذلک ف۶ ان الحکم یکون لحکمۃ ولکن العباد مامورون باتباع الحکم دون الحکمۃ کما قد عرف فی موضعہ وھنا لک تم الرد علی مسألۃ القصعۃ والقدر **وتبین** وللہ الحمد ان المراد بالقربۃ ھھنا ھی المتعلقۃ بظاھر بدن الانسان مما اراد الشرع فیما اقامۃ نفس القربۃ المطلوبۃ ولو ندبا علی امساس الماء عینا ولو مسھا بشرۃ بشر ولو میتا فزال الابھام واتضح المرام وظھرت فی الفروع کلھا الاحکام والحمد للہ ولی الانعام **والاٰن** عسی ان تقوم تقول اٰل الامر الی ان الماء انما یصیر مستعملا اذا انفق فیما کان انفاقہ فیہ مطلوبا فی الشرع عینا فما الفارق فیہ وفیما اذا انفق فی قربۃ مطلوبۃ شرعا من دون توقف علی الماء خصوصا کیف وانما المغیر تحول نجاسۃ حکمیۃ ومنھا نجاسۃ الاٰثام وھی تزول کلا او بعضا بکل قربۃ لعموم قولہ تعالی ان الحسنٰت یذھبن السیاٰت ذلک ذکری للذاکرین ○ **اقول** ف نعم ولوجہ اللہ الحمد ابدا تزول الاٰثام باذن اللہ بکل قربۃ رحمۃ منجلت الاٰؤہ بھذہ الامۃ المبارکۃ المرحومۃ دنیا واخری بنبیھا الکریم الرؤف الرحیم المرسل رحمۃ والمبعوث نعمۃ افضل صلوات ربہ واجل تسلیماتہ وازکی برکاتہ وادوم تحیاتہ علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وامتہ ابدا ولکن الزوال بقربۃ لایوجب التحول الی الاٰلۃ التی اقیمت بھا وما علمنا ذلک الا فی اٰلۃ عینھا الشرع کالمال فی الزکوۃ والماء فی الطھر لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الصدقات انما ھی اوساخ الناس رواہ احمد ومسلم عن عبد المطلب بن ربیعۃ رضی اللہ تعالی عنہ وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ رواہ الشیخان عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالی عنہ وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ

کے لیے ہیں اور ستھرے ستھروں کے لیے ستھرے اور ستھریاں ان گندوں کی باتوں سے پاک ہیں۔ والحمد للہ ۱۲

كان بطشها بداه مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجليه خرج كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء او مع اخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب رواه مسلم عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه والاحاديث كثيرشهير فى هذا المعنى واصحاب المشاهدة الحقة اعاد الله علينا من بركاتهم فى الدنيا والاخرة يشاهدون ماء الوضوء يخرج من اعضاء الناس متلوثا بالاثام متلونا بالوانها البشعة وعن هذا الحكم امام اهل الشهود ابوحنيفة رضى الله تعالى عنه ان الماء المستعمل نجاسة مغلظة لانه كان يراه متلطخا بتلك القاذورات فما كان يسعه الا الحكم بهذا وكيف يرد الانسان امرا يراه بالعيان قال الامام العارف بالله سيدى عبد الوهاب الشعرانى قدس سره الربانى وكان من كبار العلماء الشافعية فى ميزان الشريعة الكبرى سمعت سيدى عليا الخواص رضى الله تعالى عنه (وكان ايضا شافعيا كما سيأتى) يقول مدارك الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه دقيقة لا يكاد يطلع عليها الا اهل الكشف من اكابر الاولياء وقال وكان الامام ابوحنيفة اذا رأى ماء الميضأة يعرف سائر الذنوب التى خرت فيه من كبائر وصغائر ومكروهات فلهذا جعل ماء الطهارة اذا تطهر به المكلف له ثلثة احوال احدها انه كالنجاسة المغلظة لاحتمال ان يكون المكلف ارتكب كبيرة الثانى كالنجاسة المتوسطة لاحتمال ان يكون ارتكب صغيرة الثالث طاهر غير مطهر لاحتمال ان يكون ارتكب مكروها وفهم جماعة من مقلديه ان هذه الثلثة اقوال فى حال واحد والحال انها فى احوال بحسب حصر الذنوب فى ثلثة اقسام كما ذكرنا ام وفيه ايضا رضى الله عن الامام ابى حنيفة ورحم اصحابه حيث قسموا النجاسة الى مغلظة ومخففة لان المعاصى لا تخرج عن كونها كبائر او صغائر وسمعت سيدى عليا الخواص رحمه الله تعالى لو كشف للعبد لرأى الماء الذى يتطهر منه الناس فى غاية القذارة والنتن فكانت نفسه لا تطيب باستعماله كما لا تطيب باستعمال ماء قليل مات فيه كلب او هرة قلت له فاذن كان الامام ابوحنيفة وابويوسف من اهل الكشف حيث قالا بنجاسة الماء المستعمل قال نعم كان ابوحنيفة وصاحبه من اعظم اهل الكشف فكان اذا رأى الماء الذى يتوضأ منه الناس يعرف اعيان تلك الخطايا التى خرت فى الماء ويميز غسالة الكبائر عن الصغائر والصغائر عن المكروهات والمكروهات عن خلاف الاولى كالامور المجسمة حسا على حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الكوفة فرأى شابا يتوضأ فنظر فى الماء المتقاطر منه فقال يا ولدى تب عن عقوق الوالدين فقال تبت الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص اخر فقال له يا اخى تب من الزنا فقال تبت ورأى غسالة اخر فقال تب من شرب الخمر وسماع الات اللهو فقال تبت ام وفيه ايضا رحم الله تعالى مقلدى الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه حيث منعوا الطهارة من ماء المطاهر التى لم تستبحر لما يخر فيها من خطايا المتوضئين وامروا اتباعهم بالوضوء من الانهار والابار والبرك الكبيرة وكان سيدى على الخواص رحمه الله تعالى مع كونه شافعيا لا يتوضأ من مطاهر المساجد فى اكثر اوقاته ويقول ان ماء هذه المطاهر لا ينعش جسد

امثالنا لتقذرها بالخطايا التی خرت فیها وکان یمیز بین غسالات الذنوب ویعرف غسالة الحرام من المکروه من خلاف الاولی وقد دخلت معه مرة میضاة المدرسة الازهریة فاراد ان یستنجی من المغطس فنظر ورجع فقلت لم قال رایت فیه غسالة ذنب کبیر غیرته فی هذا الوقت وکنت انا رایت الذی دخل قبل الشیخ وخرج فتبعته واخبرته الخبر فقال صدق الشیخ قد وقعت فی زنا ثم جاء الی الشیخ وتاب هذا امر شاهدته من الشیخ اھ کله ملتقطا وسقته ھٰھنا لجمیل فائدته وجلیل عائدته ولیس ماعینته انت الله لقربة فی معنی ماعینه الشارع فلا یلتحق **اقول** بل الدلیل ناھض علی عدم الالتحاق الا تری ان ارواء الظمأن قربة مطلوبة قطعا وقد ورد فیه خصوصا انه محاء للذنوب اخرج الخطیب عن انس بن مالک رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم اذا کثرت ذنوبك فاسق الماء علی الماء تتناثر کما یتناثر الورق من الشجر فی الریح العاصف اھ فاذا استقیت له الماء من بئر او سکبت من اناء واعطیته ایاه فقد اقمت به قربة فلو تحولت نجاسة الاثام الیه لصار نجسا حراما شربه عند الامام وقد ابا بالاجماع مکروه الشرب فیعود الاحسان اساءة والقربة علی نفسها بالنقض وھو باطل اجماعا فما ذلك الا لان الشرع انما طلب منك ان تهیئ له مایرویه ولم یعین له الماء بخصوصه بحیث لایجزئ غیره بل لو سقیته لبنا خالصا او ممزوجا بماء او ماء الورد او جلابا بثلج ولوزوماء الکاذی وامثال ذلك لکان اجود واجود واقمت القربة وازید والله یحب المحسنین وقد اختتم تشییدا بهذا ارکان مانحونا الیه فی مسألة القدور والقصاع ھذا کله ماظهر لی وارجو ان قد زهر الامر وزال القناع والحمد لله رب العلمین **تنبیہ** عامة الکتب فی بیان الشق الاول من الماء المستعمل علی التعبیر بما استعمل فی رفع حدث وعلیه المتون کالقدوری والهدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والکنز والغرر والملتقی واعترضهم المحقق علی الاطلاق فی الفتح بان الحدث لایتجزء ثبوتا اھ ای علی القول الصحیح المعتمد فمابقیت ذرة ملحقة حکم الحدث بقی الحدث فی کل ماکان لحقه حتی لو ان محدثا او جنبا تطهر وبقیت لمعة خفیفة فی رجله مثلا لم یحل له مس المصحف بیده ولا بکمه ولا للجنب التلاوة کل ذلك علی ماهو المختار للفتوی فهذا الماء لم یرفع الحدث ولو لم ینو لم تکن قربة الضائع انه مستعمل قطعا بفروع کثیرة منصوصة عن صاحب المذهب رضی الله تعالی عنه فی ادخال المحدث بعض اعضائه فی الماء لغیر ضرورة الاغتراف علی مافصلت فی الفتح والحلیة والبحر وغیرها وللتفصی عن هذا اقر المحقق ان صیرورة الماء مستعملا باحدی ثلث رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض عن العضو قال وعلیه تجری فروع ادخال الید والرجل الماء القلیل لا لحاجة ولا تلازم بین سقوط الفرض وارتفاع الحدث فسقوط الفرض عن الید مثلا یقتضی ان لایجب اعادة غسلها مع بقیة الاعضاء ویکون ارتفاع الحدث موقوفا علی غسل الباقی وسقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال لما عرف ان اصله مال الزکوة والثابت فیه لیس الا سقوط الفرض حیث جعل به دنسا شرعا علی ماذکرناه اھ وتبعه تلمیذه المحقق

فی الحلیة ثم البحر فی البحر ثم تلمیذه العلامة الغزی حتی جعله متنا واقره علیه المدقق فی الدر واعتمده العارف بالله سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرح هدیة ابن العماد وزعم العلامة ش ان هذا السبب الثالث زاده فی الفتح اقول ولیس کذا بل هو منصوص علیه من صاحب المذهب رضی الله تعالی عنه ففی الفتح عن کتاب الحسن عن ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیه الی المرفقین او احدی رجلیه فی اجانة لم یجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه اھ وقدمنا عن الهدایة فی تعلیل قول ابی یوسف ای والامام رضی الله تعالی عنهما ان اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین اھ نعم المزید من المحقق هو تثلیث السبب ولیس بذاك فان سقوط الفرض اعم مطلقا من رفع الحدث ففیه غنیة عنه اما ما فی منحة الخالق انه قد یرتفع الحدث ولا یسقط الفرض کوضوء الصبی العاقل لما مر من صیرورة مائه مستعملا مع انه لا فرض علیه اھ فاقول لیس بشیئ فان حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصوا ان مراهقا جامع او مراهقة جومعت انما یؤمران بالغسل تخلقا واعتیادا کما فی الخانیة والغنیة وغیرهما وفی الدر یؤمر به ابن عشر تادیبا فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضا لانعدام الحکم به اما صیرورته مستعملا فلیس لرفعه حدثا والا صار مستعملا من کل صبی ولو لم یعقل وهو خلاف المنصوص بل لکونه قربة معتبرة اذا نواها ولذا قیدوه بالعاقل لان غیره لا نیة له والذی مر ان اراد به ما مر فی البحر فهو قوله فی الخلاصة اذا توضأ الصبی فی طست هل یصیر الماء مستعملا المختار انه یصیر اذا کان عاقلا اھ فهذا التقیید یفید ما قلنا وقد قال فی الغنیة ان ادخل الصبی یده فی الماء وعلم ان لیس بها نجس یجوز التوضؤ به وان شك فی طهارتها یستحب ان لا یتوضأ به وان توضأ جاز هذا اذا لم یتوضأ الصبی به فان توضأ به ناویا اختلف فیه المتأخرون والمختار انه یصیر مستعملا اذا کان عاقلا لانه نوی قربة معتبرة اھ وان اراد به ما مر فی نفس المنحة قبیل هذا بسطور فهو اصرح وابین حیث قال نقلا عن الخانیة الصبی العاقل اذا توضأ یرید به التطهیر ینبغی ان یصیر الماء مستعملا لانه نوی قربة معتبرة اھ ثم افاد بنفسه ان قوله یرید به التطهیر یشیر الی انه ان لم یرد به التطهیر لا یصیر مستعملا اھ ولکن سبحن من لا ینسی ثم قال فی المنحة بقی هل بین سقوط الفرض والقربة تلازم ام لا الخ اقول مراده هل القربة تلزم سقوط الفرض ام لا فان التلازم یکون من الجانبین ولا یتوهم عاقل ان سقوط الفرض یلزم القربة فان الاستنشاق فی الوضوء والمضمضة فیه وللطعام ومنه والوضوء علی الوضوء وامثالها کل ذلك قرب ولا سقوط لفرض ولکن تسامح فی العبارة وظن انه تبع فیه الفتح والبحر حیث قالا لا تلازم بین سقوط الفرض وارتفاع الحدث قال فی المنحة المراد نفی التلازم من احد الجانبین وهو جانب سقوط الفرض الخ اقول لیس کذلك بل التلازم هو اللزوم من الجانبین فسلبه یصدق بانتفاء اللزوم من احد الجانبین وهو المراد للفاضلین العلامتین

وتفسيرہ باللزوم من احد الجانبین مفسد للمعنی اذ بورود السلب علیه یکون الحاصل نفی اللزوم من کلا الجانبین
ولیس صحیحا ولا مرادا وعلی کل فهذا السؤال مما یهمنا النظر فیه اذ لو ظهر لزوم القربة لسقوط الفرض سقط سقوط الفرض
ایضا کما ارتفع رفع الحدث ودار حکم الاستعمال علی القربة وحدها کما نسبوه الی الامام محمد وان کان التحقیق انه لم یخالف
شیخیه فی ذلك کما بینه فی الفتح والبحر فرأینا العلامة صاحب المنحة فاذا هو اجاب عما سأل فقال ان قلنا ان اسقاط الفرض
لا ثواب فیه فلا وان قلنا فیه ثواب فنعم قال العلامة المحقق نوح افندی والذی یقتضیه النظر الصحیح ان الراجح هو
الاول لان الثواب فی الوضوء المقصود وهو شرعا عبارة عن غسل الاعضاء الثلثة ومسح الراس فغسل عضو منها
لیس بوضوء شرعی فکیف یثاب علیه اللهم الا ان یقال انه یثاب علی غسل کل عضو منها ثوابا موقوفا علی الاتمام فان اتمه
اثیب علی غسل کل عضو منها والا فلا ویدل علیه ما اخرجه مسلم عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله
صلی الله تعالی علیه وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن الی اخر الحدیث الذی قدمناه اھ **اقول اولا** ف١ لا معنی للزوم
القربة سقوط الفرض وان قلنا بثبوت الثواب فی اسقاط الفرض اذ لا ثواب الا بالنیة وسقوط الفرض لا یتوقف
علیها فالحق ان بینهما عموما من وجه مطلقا ولو نظر رحمه الله تعالی الی الفرق ما بین تعبیریه بالسقوط والاسقاط ف٢
لتنبه لان الثواب ان کان لم یکن الا بالقصد المدلول علیه بالاسقاط والسقوط لا یتوقف علیه **وثانیا** ف٣
للعبد الضعیف کلام فی توقف الثواب فی الطهارة علی الاتمام بل الثواب منوط بنیة الامتثال کما قال رسول الله
صلی الله تعالی علیه وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن ف٤ جلس یتوضأ ممتثلا لامر ربه ثم عرض له فی
اثنائه ما منعه عن اتمامه فکیف یقال لا یثاب علی ما فعل والله لا یضیع اجر المحسنین نعم من ف٥ نوی من بدء الامر
انه لا یأتی الا ببعض فهذا الذی یرد علیه انه لم یقصد الوضوء الشرعی بل هو عابث بقصد ما لا یعتبر شرعا
والعابث لا یثاب بخلاف من قدمنا وصفه ویترا ای لی ان ف٦ مثل ذلك العابث من قصد الوضوء الشرعی واتی
ببعض الاعمال ثم قطعه من دون عذر فان الله تعالی سمی القطع ابطالا اذ یقول عز من قائل ولا تبطلوا اعمالکم والباطل
لا حکم له والله تعالی اعلم **وثالثا** ف٧ محو الخطایا ان لم یکن ثوابا فلا ذکر له فی الحدیث اصلا وان کان فالحدیث حاکم
بترتب ثواب کل فعل فعل عنده وقوعه ولا دلالة فیه علی توقف الاثابة الی ان یتم وبالجملة فلا اغناء لاحد من القربة
والسقوط عن الاخر بخلاف الرفع والسقوط فلا وجه للتثلیث ثم رأیت العلامة ش اشار الی هذا فی رد المحتار حیث
قال رفع الحدث لا یتحقق الا فی ضمن القربة او اسقاط الفرض او فی ضمنهما فیستغنی بهما عنه اھ **اقول** ف٨ لم یظهر
لی کیف یتحقق رفع الحدث فی ضمن القربة من دون سقوط الفرض حتی یصح هذا التثلیث الاخر الذی ذکره هذا العلامة

بل کلما رفع الحدث لزم منه سقوط الفرض کما اعترف به فی المنحة فآن جنح الی ماقدمنا عنه من مسألة وضوء الصبی العاقل ای اذا توضأ ناویا فقد تحقق رفع الحدث فی ضمن القربة من دون سقوط فرض **فاقول اولا** قد علمت بطلانه **وثانیا** ان سلم هذا یلزم ان یتحقق رفع الحدث من دون قربة ولا سقوط فرض اذا توضأ الصبی غیر ناو لان رفع الحدث لایفتقر الی النیة والقربة لاتوجد بدونها فحینئذ ینهدم اصل المرام ویعود التثلیث الذی ذکر المحقق فالصواب ماذکرت ان رفع الحدث یلزمه سقوط الفرض ففیه غنیة عنه **ثم اقول** لو ان المحقق علی الاطلاق حانت منه التفاتة هنا الی کلام مشروحه الهدایة لما جنح الی تثلیث السبب ولظهر له الجواب ایضا عما اعترض به کلام العامة والمتون وذلك ان الامام صاحب الهدایة قدس سره عبر فی المسألة بما ازیل به حدث او استعمل قربة وقال فی الدلیل باسقاط الفرض مؤثرا ایضا فیثبت الفساد بالامرین فافاد ان المراد بزوال الحدث هو سقوط الفرض وان مؤداهما ههنا واحد ولا شك ان سقوط الفرض عن عضو دون عضو بل عن بعض عضو دون بعضه الاخر ثابت متحقق وان لم یترتب علیه احکام ارتفاع الحدث وهو کما قدمت الاشارة الیه فی بیان الفروع یشمل ما اذا تطهر کاملا او غسل شیئا من اعضائه بل عضوه فلا تثلیث ولا اعتراض بعدم الفرق وتحقیقه ما افاده فی المنحة نقلا عن العلامة نوح افندی فی حواشی الدرر نقلا عن الشیخ قاسم فی حواشی المجمع ان الحدث یقال بمعنیین المانعیة الشرعیة عما لایحل بدون الطهارة وهذا لایتجزی بلاخلاف عند ابی حنیفة وصاحبیه وبمعنی النجاسة الحکمیة وهذا یتجزء ثبوتا وارتفاعا بلاخلاف عند ابی حنیفة واصحابه وصیرورة الماء مستعملا بازالة الثانیة ففی مسألة البئر سقط الفرض عن الرجلین بلاخلاف والماء الذی اسقط الفرض صار مستعملا بلاخلاف علی الصحیح اھ قال العلامة نوح هذا هو التحقیق فخذه فانه بالاخذ حقیق اھ **اقول** بل اختار فی غایة البیان ثم النهر ثم الدر ان حقیقة الحدث هو المعنی الثانی قال فی البحر تبعا للفتح الحدث مانعیة شرعیة قائمة بالاعضاء الی غایة استعمال المزیل اھ قال فی النهر وتبعه الدر هذا تعریف بالحکم وعرفه فی غایة البیان بانه وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطهارة قال وحکمه المانعیة لما جعلت الطهارة شرطا له الخ ونظر فیه ش نقلا عن حاشیة الشیخ خلیل الفتال عازیا لبعض الفضلاء بان حکم الشیئ ما کان اثرا خارجا عنه مترتبا علیه والمانعیة المذکورة لیست کذلك وانما حکم الحدث عدم صحة الصلاة معه وحرمة مس المصحف ونحو ذلك فالتعریف بالحکم کان یقال الحدث مالا تصح الصلاة معه تأمل اھ قال ش علی ان التعریف بالحکم مستعمل عند الفقهاء لان الاحکام محل مواقع انظارهم اھ وقد اشار الیه ط وقال علی قوله مانعیة ای کونه مانعا من الصلاة ومس المصحف والاظهر ان یقال مانع شرعی اھ **اقول** وبالله التوفیق کلام المعترضین علی

ف۱: معروضة علی العلامة ش

ف۲: تطفل علی الفتح

ف۳: للحدث معنیان وهو یتجزی باحدهما دون الآخر

ف۴: قال فی الاول عند ابی حنیفة وصاحبیه لان من المشایخ من قال بتجزیه حتی اباح للجنب القراءة بعد المضمضة وللمحدث مس المصحف بعد غسل الیدین وقال هنا واصحابه لانه یتجزی بهذا المعنی بلاخلاف فیه بین مشایخنا اھ منه

ف۵: تطفل علی النهر والدر وغیرهما / التعریف بالحکم شائع عند الفقهاء

ف۶: تحقیق نفیس فی تعریف الحدث

البحر كله بمعزل عن غوص الفقه فان مبناه طرا على ان تعريف البحر غير تعريف الغاية ولا دليل عليه فان المانعية بمعنى الحال فضلا عن كونه مما لا قيام له بموضع لعدم كونه من الصفات المنضمة لا قيام لها بالاعضاء اصلا فانها غير مانعة حتى تكون لها مانعية وبمعنى النسبة اى شیئ له انتساب الى مانع شرعی صادق قطعا على ذلك الوصف الشرعی الذی يحل بالاعضاء فيزيل طهرها لان المانع هو الخطاب الشرعی والمنتسب اليه ما لاجله ورد الخطاب وهی النجاسة الحكمية وهی بعينها ذلك الوصف القائم بالاعضاء فرجع التعريف الى تعريف الغاية فلا خلاف ولا خلف الا ترى ان تلميذ المحقق على الاطلاق اعنی المحقق الحلبی عرف الحدث فی الحلية بانه الوصف الحكمی الذی اعتبر الشارع قيامه بالاعضاء مسببا عن الجنابة والحيض والنفاس والبول والغائط وغيرهما من نواقض الوضوء ومنع من قربان الصلوة وما فی معناها معه حال قيامه بمن قام به الى غاية استعمال ما يعتبر به زائلا اھ وهو كما ترى ليس الا بسطا لما اجمله شيخه المحقق وما هو الا عين ما عرف به فی الغاية ولو قال مانع شرعی كما استظهره العلامة ط لكان ايضا مرجعه الى ذلك لان ذلك الوصف الشرعی وهی النجاسة مانع شرعی بمعنى ما لاجله المنع واستعمال المانع بهذا المعنى شائع ذائع غير ان المحقق ابقاه على حقيقته فاتى بالنسبة فلا وجه اصلا للاستظهار ثم من اوضح دليل عليه ان البحر معترف في هذا الحد من مناهل فتح القدير كما ذكره فی رد المحتار وقد قال المحقق فی الفتح مستدلا لرواية الحسن وابی يوسف عن الامام الاعظم ان الماء المستعمل نجس مغلظا او مخففا ما نصه وجه رواية النجاسة قياس اصله الماء المستعمل فی النجاسة الحقيقية والفرع المستعمل فی الحكمية بجامع الاستعمال فی النجاسة بناء على الغاء وصف الحقيقی فی ثبوت النجاسة وذلك لان معنى الحقيقی ليس الا كون النجاسة موصوفا بها جسم مستقل بنفسه عن المكلف لا ان وصف النجاسة حقيقة لا تقوم الا بجسم كذلك وفی غيره مجاز بل معناه الحقيقی واحد فی ذلك الجسم وفی الحدث لانه ليس المتحقق لنا من معناها سوى انها اعتبار شرعی منع الشارع من قربان الصلوة والسجود حال قيامه لمن قام به الى غاية استعمال الماء فيه فاذا استعمله قطع ذلك الاعتبار كل ذلك ابتلاء للطاعة فاما ان هناك وصفا حقيقيا عقليا او محسوسا فلا ومن ادعاه لا يقدر فی اثباته على غير الدعوى ويدل على انه اعتبار اختلافه باختلاف الشرائع الا ترى ان الخمر محكوم بنجاسته فی شرع يعتنا وبطهارته فی غيرها فعلم انها ليست سوى اعتبار شرعی الزم معه كذا الى غاية كذا ابتلاء وفی هذا لا تفاوت بين الدم والحدث فانه ايضا ليس الا نفس ذلك الاعتبار اھ فهذا نص صريح فی ان تلك المانعية الشرعية المغياة الى استعمال المزيل ليست الا النجاسة الحكمية فاتحد التعريفان **ثم اقول** فی التعريف بالحكم ان اريد به ان يجعل الحكم نفس المعرف بحيث يحمل هو على المعرف فنعم يسقط ايراد النهر والدر فان المانعية بالمعنى المذكور وهی النجاسة الحكمية ليست اثرا مترتبا على الحدث بمعنى الوصف الشرعی بل هی هو كما عرفت وح لا يستقيم

ف۱: معروضة على العلامة ط
ف۲: تطفل آخر عليهم
ف۳: تحقيق نفيس فی معنى النجاسة الحكمية
المعتمد الطرس … التحقيق على الورق
ف۴: معروضة على الشيخ خليل الفتال والعلامة ش
ف۵: التعريف بالحكم معليان

ايضا قول المجيب ان التعريف بالحكم كان يقال هو ما لا تصح الصلاة معه فان ما لا تصح ليس حكما بل الحكم كما اعترف عدم الصحة ولم يعرف به وانما يكون تعريفا بالحكم لو قيل الحدث عدم صحة الصلاة[434] ويتكدر ايضا جواب ط وش بانه مستعمل عند الفقهاء فان المستعمل عندهم ذكر الحكم في التعريف لا حمل الاثر على المؤثر وان اريد به ان يميز المحدود بذريعة الحكم بان يعطى انه الذى يؤثر هذا الاثر فنعم يستقيم تمثيل المجيب التعريف بالحكم بما ذكر لكن يسقط اصل جوابه بان المانعية ليست حكما فان التعريف بالحكم ليس اذن ان يكون المحمول عين الحكم بل ما ذكر فيه الحكم وهو حاصل في التعريف المذكور قطعا لاشتماله على منع المكلف من اشياء مخصوصة ما دام ذلك الوصف قائما به[435] اتينا على الايراد وهو على هذا اشد سقوطا وابين غلطا فان الذى اختاره المورد دون الايراد ايضا عن التعريف بالحكم لذكرهم فيه زوال الطهارة وما هو الا الاثر المترتب على ذلك الوصف الشرعي واذن يكفى جوابا عن كلا الحدين ما ذكر ط وش وبالجملة فايقاع التغاير بين الحدين لا داعى له وايراد النهر والدر لا صحة له وجواب الفتال عن بعض الفضلاء لا يخلو عن خلط وغلط بقى الكلام على المعنى الاول الذى ذكره العلامة قاسم وكيف تباينه للمعنى الثانى فاقول[436] ف۱ المانع الشرعي اى ما لاجله المنع هى النجاسة الحكمية والمنتسب اليها تلبس المكلف بها والفرق بينهما ان النجاسة وصف شرعي يحل بسطوح الاعضاء الظاهرة حلول سريان والسطح ممتد منقسم فتنقسم النجاسة بانقسامها فتقبل التجزى ثبوتا ورفعا اما رفعا فظاهر فانه اذا غسل اليد مثلا زالت النجاسة عنها ولذا سقط عنها فرض التطهير مع بقاء النجاسة في سائر الاعضاء التى حلتها واما ثبوتا فلان الحدث الاصغر انما يحل اربعة اعضاء والاكبر البدن كله وسنعود الى الكلام في هذا عن قريب ان شاء الله تعالى اما تلبس المكلف بها اى اصطحابه لها فوصف للمكلف يحدث بحلول النجاسة في اى جزء من اجزاء بدنه ويبقى ببقائها في شیئ منها فان زادت النجاسة لم يزد وان نقصت لم ينتقص بل اذا حدث حدث ومهما بقيت ولو كان قليل بقى كملا واذا زالت بالكلية زال وكان نظيرهما الحركة بمعنى القطع وبمعنى التوسط فالاول متجزئة لانطباقها على المسافة المتجزئة والثانية لا جزء لها بل تحدث بحدوث اول جزء من اجزاء الاولى وتبقى بحالها ما دام المتحرك بين الغايتين فاذا سكن زالت دفعة فان قلت الا يحمل كلام البحر على هذا كى يثبت التغاير بين الحدين كما فهم النهر والدر ويوافق لما اعترض به تبعا للفتح كلام العامة والمتون ان الحدث لا يتجزى قلت[437] يا باه قوله قائمة بالاعضاء فان التلبس الذى لا تجزى له انما يقوم بالمكلف نفسه لا بالاعضاء والذى يقوم بها يتجزى بتجزيها كما عرفت اما مخالفته لما ذكر من عدم التجزى فاقول[438] ف۲ لا غرو فهو القائل في باب شروط الصلاة متصلا بهذا التعريف بلا فصل ما نصه والخبث عين مستقذرة شرعا وقدم الحدث لقوته لان قليله مانع بخلاف قليل الخبث اه فقد افصح بتجزى

ف۱: تحقیق الفرق بین معنیی الحدث وتجزی احدهما دون الاخر

ف۲: تطفل ۲۵۹ آخر علی الفتح والبحر

الحدث وقال متبوعه المحقق على الاطلاق فی الفتح کلمتهم متفقة علی ان الخف اعتبر شرعا مانعا سرایة الحدث الی القدم فتبقی القدم علی طهارتها ویحل الحدث بالخف فیزال بالمسح اھ فهذا نص صریح علی تجزی الحدث واعتراف باطباق کلمتهم علیه وهو کذلک لمن نظر کلامهم فی مسائل مسح الخفین وغیرها الیقن بانهم جمیعا قائلون بتجزیه وانما الذی لا یتجزی هو تلبس المکلف بالمنع الشرعی نظیر طهور النهار ان الایراد علی المتون والعامة وتثلیث السبب کلا کان فی غیر محله ولا حاجة الی ما تجشم البحر جوابا عن المتون بقوله الا ان یقال ان الحدث زال عن العضو زوالا موقوفا ثم ضعفه بقوله لکن المعلل به فی کتاب الحسن عن ابی حنیفة اسقاط الفرض لا ازالة الحدث اھ **اقول** بل لا وجه لا ان الحدث بالمعنی الذی لا یتجزی اعنی تلبس المکلف بالمانع الشرعی لا قیام له بعضو حتی یزول عنه منجزا او موقوفا ثم تعلیل الامام فی هذا الکلام باسقاط الفرض لا ینافی تعلیله فی کلام اخر برفع الحدث علی ما قررنا لك بارشاد الهدایة ان مؤداهما واحد وقد قال فی الخلاصة والتبیین والفتح وغیرها الماء بماذا یصیر مستعملا قال ابوحنیفة وابویوسف اذا ازیل به حدث او تقرب به الخ وبالله التوفیق ثم جنح المحقق فی اخر کلامه الذی اثرنا عنه الی ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال اعتمده فی البحر ثم الدر واشار الی الرد علیه العلامة ش بان نقل اولا عن الفتح نفسه ان المعلوم من جهة الشارع ان الآلة التی تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس الخ وایضا عنه ما نصه والذی نعقله ان کلا من التقرب والاسقاط مؤثر فی التغیر الا تری انه انفرد وصف التقرب فی صدقة التطوع واثر التغیر حتی حرمت علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فعرفنا ان کلا اثر تغیرا شرعیا اھ ثم قال بعد نقلهما مقتضاه ان القربة اصل ایضا فالمؤثر فی الاستعمال اصلان اھ **اقول** کلام المحقق من اوله الی اخره طافح باثبات الاصالة بهذا المعنی ای ما یبتنی علیه الحکم بتدنس الماء للقربة والاسقاط جمیعا بل هو الذی ثلث واقام اصولا ثلثة وما کان لیغفل هذا کله ثم فی طی نفس الکلام یحصر الاصالة فی شیئ واحد وانما منشؤ کلامه انه رحمه الله تعالی نقل عنهم ان الاستعمال عند الشیخین باحد شیئین رفع الحدث والتقرب وعند محمد بالتقرب وحده وحمل رفع الحدث علی المعنی الذی لا یتجزی فتطرق الایراد بالفروع التی حکم فیها باستعمال الماء مع بقاء الحدث فقرر ان اسقاط الفرض ایضا مؤثر واستدل علیه بکلام الامام فی کتاب الحسن وبان الاصل الذی عرفنا به هذا الحکم هو مال الزکاة والثابت فیه لیس الا سقوط الفرض ای وان اثبتناه ایضا بالتقرب بدلیل آخر فالاصل الذی ارشدنا اولا الی هذا الحکم هو سقوط الفرض فکیف یعزل النظر عنه بل یجب القول به وهذا لا ینافی ان الاصول اثنان بل ثلثة یتقدم هذا المعنی فی ذهن من جمع اول کلامه باخره حیث یقول المعلوم من جهة الشارع ان آلة تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس اصله مال الزکاة تدنس باسقاط الفرض حتی جعل من الاوساخ فی لفظه صلی الله تعا

فـ ۱: تطفل اخر علی البحر
فـ ۲: تطفل ثالث علیه
فـ ۳: تطفل رابع علیه
المعرس الطرس
فـ ۴: بحث قول المحقق ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال
فـ ۵: معروضة ثمانیة علی العلامة ش

عليه وسلم الخ فافصح ان كلا الامرين مغير واقتصر فى الزكوة على الاسقاط ثم قال فى بيان سبب ثبوت الاستعمال انه عند ابى حنيفة وابى يوسف كل من رفع الحدث والتقرب وعند محمد التقرب وعند زفر الرفع لا يقال ما ذكر لا ينتهض على زفر اذ يقول بمجرد القربة لا يدنس بل الاسقاط فان المال لم يتدنس بمجرد التقرب به ولذا جاز للهاشمى صدقة التطوع بل مقتضاه ان لا يصير مستعملا الا بالاسقاط مع التقرب فان الاصل اعنى مال الزكاة لا ينفرد فيه الاسقاط عنه اذ لا تجوز الزكاة الا بنية وليس هو قول واحد من الثلثة (يريد اصحاب الاقوال الثلثة الشيخين ومحمدا وزفر) لانا نقول غاية الامر ثبوت الحكم فى الاصل مع المجموع وهو لا يستلزم ان المؤثر المجموع بل ذلك دائر مع عقلية المناسب للحكم فان عقل استقلال كل حكم به او المجموع حكم به والذى نعقله ان كلا مؤثر الى اخر ما تقدم ثم قال قال فى الخلاصة ان الماء بماذا يصير مستعملا (فذكر المذهبين كما نقلنا ثم قال) هذا يشكل على قول المشائخ ان الحدث لا يتجزأ والمخلص ان صيرورة الماء مستعملا باحد ثلثة رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض وهو الاصل لما عرف ان اصله مال الزكاة والثابت فيه ليس الا سقوط الفرض **اقول** اى وان كان الموجود فيه الامران لكن هذا اقوى وفيه المقنع فلا يثبت به الا سببية هذا وان استفيد سببية الاخر بدليل حرمة صدقة التطوع عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كما قدم فتاثير اسقاط الفرض هو اول ما ثبت بالاصل الاعظم فلا مساغ لاسقاطه قال) والمفيد لاعتبار الاسقاط مؤثرا صريح تعليل ابى حنيفة انه سقط فرضه عنه اه ملتقطا وعليك بتلطيف القريحة هذا وقرره العلامة ط تبعا للبحر بوجه اخر حيث قال تحت قول الدر اسقاط فرض هو الاصل فى الاستعمال كما نبه عليه الكمال ما نصه وهو موجود فى رفع الحدث حقيقة وفى القربة حكما لكونها بمنزلة الاسقاط ثانيا وقد مر وما مر هو قوله انما استعمل الماء بالقربة كالوضوء على الوضوء لانه لما نوى القربة فقد ازداد طهارة على طهارة فلا تكون طهارة جديدة الا بازالة النجاسة الحكمية حكما فصارت للطهارة على الطهارة وعلى الحدث سواء افاده صاحب البحر اه **اقول** نقله عن معراج الدراية واقره وفيه بعد لا يخفى فان النجاسة لا سيما الحكمية الا اعتبار شرعى والاعتبار الصحيح لا يكون الا عن منشأ صحيح وبدونه اختراع يجل شان الشرع عنه وقد زال ذلك بالطهر فلا يعود الا بحدث جديد **وبعبارة اخرى** هل اعتبر الشرع هنا شيئا فى الطهر يزول بالماء الثانى فيحصل طهر جديد ام لا على الثانى عاد السؤال اذ لا نجاسة حقيقة ولا اعتبارا وعلى الاول ما حقيقة النجاسة الحكمية الا ذلك الاعتبار الشرعى فلا معنى لتحقق الحكمية حكما لا حقيقة **وبعبارة اخصر** ما الحكمية الا اعتبار الشرع فالحكمية حكما اعتبار الشرع انه اعتبر وما اعتبر اذ لو اعتبر لتحققت وبالجملة ما مال الجواب الا فرضها هنالك فرضا باطلا ولا مساغ له **وانا** ابنبك ان ما افاده انما هو تجشم مستغنى عنه وذلك لان المعراج انما احتاج اليه

عـه: تطفل على معراج الدراية
والجوهرة و ... المعتمد
عـه: تطفل اخر عليهم

جوابا عن سؤال نصبه بقوله فان قيل المتوضئ ليس على اعضائه نجاسة لا حقيقية ولا حكمية فكيف يصير الماء مستعملا بنية القربة فاجاب بقوله لما نوى القربة فقد ازداد الخ **اقول اولا** يعود السائل بمنع ازدياد الطهارة وانما ازداد نظافة لانها تقبل التشكيك دون الطهارة ولذا قلنا بعدم تجزى الحدث والى ازدياد النظافة يشير الحديث المشهور الوضوء على الوضوء نور على نور اخرجه رزين وان قال العراقى والمنذرى لم نقف عليه كما فى التيسير **وثانيا** لا مساغ للسؤال راسا فان مبناه على حصر النجاسة الحكمية فى الحدث وليس كذا بل منها المعاصى كما تقدمت النصوص عليه والماء وان كان كما يزيل الحدث يغسل من اثر المعاصى ايضا بشرط النية ولكن لا يجب ان يزيلها كلا والا لكفى الوضوء عن التوبة وصار كل من توضأ مرة ولو بعد الف كبيرة كمن لا ذنب له وهو باطل قطعا فهذه نجاسة حكمية باقية بعد التطهر فى عامة المكلفين فاين مثار السؤال بل قدمنا ان المكروهات ايضا تغير الماء فهذا اطم واعم اما المعصومون صلوات الله تعالى وسلامه عليهم **فاقول** لا نسلم فى ماء تهم الاول ايضا انه مستعمل فى حقنا بل طاهر طهور مطهر لنا فضلا عن الثانى واذا اعتقدنا الطهارة فى فضلاته صلى الله تعالى عليه وسلم فما ظنك بوضوئه فلا استدلال على طهارة الماء المستعمل بان اصحابه صلى الله تعالى عليه وسلم بادروا الى وضوئه فمسحوا به وجوههم كما فى العناية وغيرها مع ضعفه لوجوه ذكرها فى البحر عن العلامة الهندى ليس فى محله عندى نعم لم يعتبر مستعملا فى حقهم شرعا فلا يرد على الحد نقضا كما اعتبرت فضلاتهم نواقض لعظم رفعة شأنهم ونزاهة مكانهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم **تنبيه** اختلفوا فى الحدث الاصغر هل يحل كالاكبر بظاهر البدن كله وانما جعل الشرع الوضوء رافعا له تخفيفا ام لا الا بالاعضاء الاربعة وبتنى عليه الخلاف فيما اذا غسل المحدث نحو فخذه فيصير الماء مستعملا على الاول دون الثانى وبالعدم جزم فى كثير من المتداولات ونص فى الخلاصة انه الاصح فكان ترجيحا للقول الثانى ولذا عوا عليه وفى المنحة عن النهر وكان الراجح هو الثانى ولذا لم يصر الماء مستعملا بخلافه على الاول اھ والظاهر ان كان من شدة فيعطى ترددا فى ترجيحه **اقول** وقد يجوز ان يقول قائل ربما يشهد للاول **اولا** حديث اذا تطهر احدكم فذكر اسم الله عليه فانه يطهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله تعالى على طهوره لم يطهر الا ما مر عليه الماء رواه الدارقطنى والبيهقى فى سننه والشيرازى فى الالقاب عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال البيهقى بعد ما ساقه بطريق يحيى بن هاشم السمسار ثنا الاعمش عن شقيق بن سلمة عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول فذكره هذا ضعيف لا اعلم رواه عن الاعمش غير يحيى بن هاشم وهو متروك الحديث ورماه ابن عدى بالوضع اھ وكذبه ابن معين وصالح جزرة وقال النسائى متروك وبه اعله المحقق فى الفتح حين كلامه على وجوب التسمية فى الوضوء وتبعا

للبيهقي **اقول** بل له طرق ترفعه عن الوهن فقد رواه الدارقطني والبيهقي ايضا عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وابو الشيخ عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنهم ولفظه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من توضأ وذكر اسم الله على وضوئه تطهر جسده كله ومن توضأ ولم يذكر اسم الله على وضوئه لم يتطهر الا موضع الوضوء ورواه عبد الرزاق في مصنفه عن الحسن الضبعي الكوفي مرسلا ينميه الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من ذكر الله عند الوضوء طهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله لم يطهر منه الا ما اصاب الماء واخرج ابو بكر بن ابي شيبة في مصنفه عن ابي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه انه قال اذا توضأ العبد فذكر اسم الله طهر جسده كله وان لم يذكر لم يطهر الا ما اصابه الماء وروى سعيد بن منصور في سننه عن مكحول قال اذا تطهر الرجل وذكر اسم الله طهر جسده كله واذا لم يذكر اسم الله حين يتوضأ لم يطهر منه الا مكان الوضوء ومع هذه الطرق يستحيل الحكم بالسقوط بل ربما يرتقي عن الضعف الجرم ان صرح في المرقاة لحديث الدارقطني ان سنده حسن **وثانيا** نقل العلامة الزيلعي المحدث جمال الدين عبد الله تلميذ الامام الزيلعي الفقيه فخر الدين عثمن شارح الكنز في نصب الراية تحت حديث لا وضوء لمن لم يسم الله تعالى عن الامام ابن الجوزي ابي الفرج الحنبلي انه قال محتجا علينا في ايجابهم التسمية للوضوء ان المحدث رأى بالحدث الاصغر اذ فيه الكلام ويكون هو المراد عند الاطلاق كما في الحلية) لا يجوز له مس المصحف بصدره اھ واقره عليه **قلت** ويؤيده ما في الفتح ثم البحر وحاشية الشلبي على التبيين قال لي بعض الاخوان هل يجوز مس المصحف بمنديل هو لابسه على عنقه قلت لا اعلم فيه منقولا والذي يظهر انه ان كان بطرفه وهو يتحرك بحركته ينبغي ان لا يجوز وان كان لا يتحرك بحركته ينبغي ان يجوز لاعتبارهم اياه في الاول تابعا له كبدنه دون الثاني اھ فان المراد المحدث بالحدث الاصغر اذ قد نقل قبله باسطر عن الفتاوى لا يجوز للجنب والحائض ان يمسا المصحف بكمهما او ببعض ثيابهما لان الثياب بمنزلة بدنهما اھ فقوله ببعض ثيابهما كان يشمل منديلا هو لابسه فلم يقل لا اعلم فيه المنقول انيسي ما نقله آنفا وهو بمرأى منه **اقول** لكني رأيت في التبيين قال بعد قوله منع الحدث مس القران ومنع من القراءة والمس الجنابة والنفاس كالحيض ما نصه ولا يجوز لهم مس المصحف بالثياب التي يلبسونها لانها بمنزلة البدن ولهذا لو حلف لا يجلس على الارض فجلس عليها وثيابه حائلة بينه وبينها وهو لابسها يحنث ولو قام في الصلاة على النجاسة وفي رجليه نعلان او جوربان لا تصح صلاته بخلاف المنفصل عنه اھ فهذا ظاهر في رجوع الضمير الى المحدث ومن معه جميعا فهذا النقل ولله الحمد وبالجملة المقصود انه اذا منع مسه بما على عنقه وصدره فكيف بهما فدل على حلول الحدث جميع البدن ثم رايت المسألة منصوصا عليها في الهندية عن الزاهدي حيث قال

اختلفوا فی مس المصحف بما علی اعضاء الطھارۃ وبما غسل من الاعضاء قبل اکمال الوضوء والمنع اصح **وثالثا** تقرر عند العرفاء ان لاحدث صغیرا ولا کبیرا الا ما تولد من اکل حتی القھقھۃ فی الصلاۃ فان تلک الغفلۃ الشدیدۃ فی عین الحضرۃ لاتکون الا من شبع ای شبع اذ الجائع ربما لایکثر له سن فضلا عن القھقھۃ خلفۃ عن کونھا فی الصلاۃ ولا شك ان نفع الاکل یعم البدن وکذا نفع الخارج والراحۃ الحاصلۃ به فدخول الطعام یولد الغفلۃ وخروجه المؤذی یحققھا وبالغفلۃ موت القلب والقلب رئیس فانه للمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله والماء ینعش ویذھب الغفلۃ کما ھو مشاھد فی المغشی علیه **قلت** فکما ان سبب الموت عم البدن کان ینبغی ان یعمه ایضا سبب الحیاۃ وبه اتی الشرع فی الحدث الاکبر لکن الاصغر یتکرر کثیرا فلو امروا کلما احدثوا ان یغتسلوا لوقعوا فی الحرج والحرج مدفوع فاقامت الشریعۃ السمحۃ السھلۃ مقام الغسل غسل الاطراف اذ من سنۃ کرمه تعالی ان اذا صلح الاول والاخر تجاوز عن الوسط وجعله مغمورا فیھما ثم کان من الاطراف الراس وغسله کل یوم مرارا ایضا کان یورث البؤس والباس فابدل فیه الغسل بالمسح رحمۃ من الذی یقول عز من قائل یرید اللّٰه بکم الیسر ولا یرید بکم العسر فقضیۃ ھذا ان الحدث ولو اصغر یحل البدن کله **اقول** وبه تبین ان ما صرح به غیر واحد من مشایخنا وغیرھم ان غسل غیر المصاب فی الحدث امر تعبدی کما فی الھدایۃ وغیرھا وقدمناہ عن الکافی وکذلك الاقتصار علی الاربعۃ فی الوضوء کما فیھا وفی الحلیۃ وغیرھما وبه قال امام الحرمین واختارہ الامام عزالدین بن عبد السلام کلاھما من الشافعیۃ فان کل ذلك فی علم الحقائق احکام معقولۃ المعنی واللّٰه تعالی اعلم ھذا تقریر اسئلۃ ظھرت لی واتیت بھا کیلا تعن لقاصر مثلی ولا یتفرغ للتدبر فیحتاج لکشفھا **اقول فی الجواب عن الاول** المراد نجاسۃ الاٰثام اذ لو ارید نجاسۃ الحدث لزم ان من لم یسلم لم یتم طھرہ وھو مذھب الظاھریۃ وروایۃ عن الامام احمد رضی اللّٰه تعالی عنه ولم یقل به احد من علمائنا وبقاء نجاسۃ الاٰثام فیما عدا اعضاء الطھر بل وفیھا ایضا کما قدمنا لاینافی صحۃ الطھارۃ والصلاۃ وبه ظھر الجواب عن استدلال ابی الفرج بالحدیث **وعن الثانی** ان المنع للحدث بالمعنی الثانی الغیر المتجزی لقوله تعالی لایمسه الا المطھرون وقوله صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم لایمس القراٰن الا طاھر وھو لایکون طاھرا ما بقیت لمعۃ وان خفت فمنع المس انما یقتضی تلبس المکلف بنجاسۃ حکمیۃ لا تلبس خصوص العضو الممسوس به الا تری انه لایجوز مسه بید قد غسلھا ما لم یستکمل الوضوء الا تری انھم منعوا المس بما علیه من الثیاب ولا نجاسۃ فیھا حقیقیۃ ولا حکمیۃ انما المنع لانھا تبع لبدن شخص محدث فلان یمنع بنفس بدنه اولی وان کان بدنا لم یحله الحدث ھذا علی الاصح اما علی قول من یقول ان المنع للمعنی الاول ای لقیام النجاسۃ الحکمیۃ بالممسوس به فالمسألۃ ممنوعۃ

رأسه ما بل هو قائل بجواز مسه بغير اعضاء الطهارة كما مر عن الهندية وان منع المس بالثياب فبثوب تابع لما فيه الحدث كالكم ليد لم تغسل لا مطلقا كما لا يخفى **وعن الثالث** نعم ذلك تخفيف من ربكم ورحمة لكنه يحتمل وجهين الاول ان يعتبر الشرع حلول الحدث بكل البدن ثم يجعل تطهير الاعضاء الاربعة تطهير الكل والثانى ان الشارع لما رأى فيه الحرج اسقط اعتباره الا فى الاعضاء الاربعة ولكل منهما نظير فى الشرع فنظير الاول التيمم جعل فيه مسح عضوين مطهرا للاربع بالاتفاق ونظير الثانى العين كان فى غسلها حرج فلم يجعلها الشرع محل حلول حدث اصلا او انه حل وسقط الغسل للحرج فلو غسل عينيه لا يصير الماء مستعملا بالوفاق وعند الاحتمال ينقطع الاستدلال بل **اقول** لو تأملت لرجحت الثانى اذ عدم الاعتبار اولى من الاعتبار ثم الاهدار والقياس على العين بجامع الحرج واضح صحيح بخلاف التيمم فان اصل الواجب ثم الوضوء والتيمم خلف ولم يزعم ههنا احد ان اصل الواجب بكل حدث هو الغسل والوضوء خلف بل لم يقل احد ان الغسل عزيمة والوضوء رخصة وهؤلاء سادتنا العرفاء الكرام اعاد الله تعالى علينا بركاتهم فى الدارين رأيناهم يأخذون انفسهم فى كل نقير وقطمير بالعزائم ولا يرضون لهم التنزل الى الرخص ثم لم ينقل عن احد منهم انه الزم نفسه الغسل عند كل حدث مكان الوضوء ولو التزمه الآن احد لكان متعمقا مشددا متنطعا فظهر انه من الباب الثانى دون الاول **على** ان ذلك طور الخروج وراء الطور الذى نتكلم فيه والاحكام لا تخلو عن الحكم لكن لا نذر عليها الا ترى ان من اشتغل فى لهو ولعب ومزاح وقهقهة خارج الصلاة فلا شك انه غافل فى تلك الساعات عن ربه عز وجل لا سيما الذى قهقه فى صلاة الجنازة مع ان فى ذكر الموت شغلا شاغلا ولم يجعل الشرع شيئا من ذلك حدثا وكذا لم يجعل الاكل وهو الاصل ولا النوم الذى هو اخ الموت ما لم يظن خروج شيئ بان لم يكن متمكنا فعلينا اتباع ما رسموه وصححوه كما لو افتونا فى حياتهم والله تعالى اعلم باحكامه **تنبيه** معلوم ان افادة قربة او رفع حدث او اسقاط فرض او ازالة نجاسة حكمية بايها عبرت كل ذلك يشمل المسح المفروض مطلقا والمسنون بشرط النية فيجب ان تصير البلة مستعملة اذا انفصلت من رأس او خف او جبيرة او اذن مثلا ولذا عولنا عليه وصرحنا بعمومه المسح لكن قال الامام فقيه النفس فى الخانية لو ادخل المحدث رأسه فى الاناء يريد به المسح لا يصير الماء مستعملا فى قول ابى يوسف رحمه الله تعالى قال انما يتنجس الماء فى كل شيئ يغسل اما ما يمسح فلا يصير الماء مستعملا

وان ادلی به المسح وقال محمد رحمه الله تعالٰی اذا کان علی لحیته او حاجبیه جبائر فغمسها فی الماء او غمس رأسه فی الاناء لا یجزئه ویصیر الماء
مستعملا اھ وقد قدم قول ابی یوسف رحمه الله تعالٰی فکان هو الاظهر الاشهر کما افاده فی خطبته فکان هو المعتمد کما فی ط وش بل
محمد ان محمدا فیه مع ابی یوسف رحمهما الله تعالٰی فلا خلاف قال فی البحر لو ادخل رأسه الاناء او خفه او جبیرته وهو محدث قال ابو یوسف
رحمه الله تعالٰی یجزئه المسح ولا یصیر الماء مستعملا سواء نوی او لم ینو وقال محمد رحمه الله تعالٰی ان لم ینو یجزئه ولا یصیر مستعملا وان
نوی المسح اختلف المشائخ علی قوله قال بعضهم لا یجزئه ویصیر الماء مستعملا والصحیح انه یجزئه ولا یصیر الماء مستعملا کذا فی البدائع
فعلم بهذا ان ما فی الجمع (**قلت** ای و الخانیة والفتح وغیرهما) من الخلاف فی هذه المسألة علی غیر الصحیح بل الصحیح اتحاد
وعلم ایضا انه لا فرق بین الرأس والخف والجبیرة خلافا لما ذکره ابن الملك اھ ولخصه فی الدر فقال لم یصر الماء مستعملا وان نوی
اتفاقا علی الصحیح اھ **اقول** ولا یهولنك هذا فلیس معناه ان المسح لا یفید الاستعمال کیف وکلامهم طافح فی اسبابه مطلق یعم
الغسل والمسح والمسألة عینها منصوصة علی لسان الکبراء ومنهم فقیه النفس اذ یقول توضأ ثم مسح الخف ببلة بقیت علی کفه
بعد الغسل جاز ولو مسح برأسه ثم مسح الخف ببلة بقیت علی الکف بعد المسح لا یجوز لانه مسح الخف ببلة مستعملة بخلاف الاول اھ
واقره فی الفتح وغیره وفی الخانیة ایضا الاستیعاب فی مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان یضع اصابع یدیه علی مقدم رأسه وکفیه علی
فودیه ویمدهما الی قفاه فیجوز واشار بعضهم الی طریق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لا یمکن الا بکلفة ومشقة
فیجوز الاول ولا یصیر الماء مستعملا ضرورة اقامة السنة اھ ای لما علم ان الماء ما دام علی العضو لا یصیر مستعملا وفی الفتح من مسح الرأس ومسح باصبع واحدة
مدها قدر الفرض جاز عنده وعندنا لا یجوز وعللوه بان البلة صارت مستعملة وهو مشکل بان الماء لا یصیر مستعملا قبل الانفصال وما قیل
الاصل ثبوت الاستعمال بنفس الملاقاة لکنه سقط فی المغسول للحرج اللازم بالزام اصابة کل جزء بسالة تغیر المسال علی الجزء الاخر واخرج فی المسح لانه
یحصل بمجرد الاصابة فیبقی علی الاصل دفع بانه مناقض لما علل به لابی یوسف رحمه الله تعالٰی فی مسألة ادخال الرأس الاناء فان الماء
طهور عنده فقالوا المسح یحصل بالاصابة والماء انما یاخذ حکم الاستعمال بعد الانفصال والمصاب بلم یزایل العضو حتی عدل
بعض المتأخرین الی التعلیل بلزوم انفصال بلة الاصبع بواسطة المد فیصیر مستعملا لذلك اھ وبالجملة فالنقول فی الباب کثیرة
بثیرة وفی الکتب شهیرة وان کان للعبد فی مسألة الاصبع ابحاث غزیرة فلیس وجه مسألة الاناء ما توهم بل ما نقلناه انفا عن الفتح
وقد ذکره فی موضع اخر بقوله ان الماء لا یعطی له حکم الاستعمال الا بعد الانفصال والذی لاقی الرأس من اجزائه لصق به فطهره
وغیره لم یلاقه فلم یستعمل اھ فمعنی قولهم فیها لا یصیر الماء مستعملا ای ما بقی فی الاناء وهو المراد بقول الخانیة عن الامام ابی یوسف
انما تنجس الماء فیما یغسل لا فیما یمسح ای ماء الاناء بادخال ما وظیفته الغسل دون المسح فی الاول احد وفیه المرعی **اقول** وان کان فی
قصرهم الکلام علی ما التصق بالرأس تأمل ظاهر فکأن هذا هو مراد المحقق اذ قال بعد ذکره وفیه نظر اھ **اقول** ونظیر الی ان سبیل المسألة

سبيل الخلف فالملفق للاولى وتصحيح هذا بل تصحيح الوفاق فيهما ربما يعطى ترجيح عدم الفرق الا ان يفرق بين الغسل والمسح فلا
يصير به كل الماء مستعملا حكما بالاتفاق بخلاف الغسل ويحتاج لوجه فليتدبر والله تعالى اعلم **تنبيه** اعلم ان مسألة
الاصبع للاثة نبّه المحقق فى الفتح غير مبينة ذكر له ثلث تعليلات ورد الجميع **فالاول** التعليل بالاستعمال وقد علمت
رده وقد مال اليه بعض المتأخرين لاصلاح فروعه والقول معه بان هذا كله يستلزم ان مد اصبعين لا يجوز وقد صرحوا به
وكذا الثلاث على القول بالربع وهو قول ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالى لكن المراد فى مد الثلاث الا الجواز اھ
واعترضه فى النهر بقول البدائع لو وضع ثلثة اصابع ولم يمدها جاز على رواية الثلاث لا الربع ولو مسح بها منصوبة غير
موضوعة ولا ممدودة فلا وفى لو مدها حتى بلغ القدر المفروض لم يجز عند علمائنا الثلثة خلافا لزفر اھ قال وقد وقفت على
المنقول اى ان عدم الجواز قول ائمتنا الثلثة فكيف يقول المحقق المراد فيه الا الجواز وهو عجيب من مثله كما نبه عليه فى المنحة
فان الضمير فى مدها للمنصوبة وكلام الفتح فى الموضوعة **اقول** كان النهر نظر الى ان الصور اربع ثلاث اصابع موضوعة و
منصوبة والكل ممدودة اولا وقد ذكر فى البدائع اولا صورتى عدم المد ثم قال فلو مدها فليكن الضمير الى ثلث اصابع مطلقة
موضوعة او منصوبة ليستوعب [illegible] الصور لكن الشان انه مرجح لظاهر النقل فيضعف احتمال العود الى المنصوبة لا سيما وهى الاقرب
وقد كشف المراد فى الحلية حيث قال فروع مسح بثلث اصابع منصوبة لم يجز ولو مدها حتى بلغ المفروض لم يجز عند علمائنا
الثلثة ولو وضعها ولم يمدها لم يجز على رواية الربع ذكره فى التحفة والمحيط والبدائع اھ **اقول** على ان ما عدل اليه بعض المتأخرين
لا اعرف له محصلا فان المراد ان كان الانفصال عن الاصبع فلا يفيد الاستعمال لانها آلة وانما يفيده الانفصال عن المحل
او عن الرأس كله فظاهر الغلط او عن موضعه الذى اصابته الاصبع اولا فنعم ولم ينشف غليلا بل كان نظير ما عدل عنه للحكم
بحصول الاستعمال مع كون الماء مترددا بعد على نفس العضو غير منفصل عنه وهو باطل اجماعا نص فى الخلاصة ثم البحر فيما
اذا مسح باطراف اصابعه ومدها حتى بلغ المفروض انه يجوز سواء كان الماء متقاطرا اولا قال وهو الصحيح قال ش
قال الشيخ اسمعيل ونحوه فى الواقعات والفيض اھ اى على خلاف ما فى المحيط انه انما يجوز اذا كان متقاطرا لان الماء
ينزل من اصابعه الى اطرافها فمده كالماء جديد **والثانى** ما اختاره شمس الائمة ان المنع فى مد الاصبع والاثنتين غير
معلل باستعمال البلة بل لانه لو مسح باصبعين فى التيمم لا يجوز مع عدم شئ يصير مستعملا خصوصا اذا تيمم على الحجر الصلد
بل لانا مامورون بالمسح باليد والاصبع ان لا تسمى يدا بخلاف الثلث لانها اكثر ما هو الاصل فيها اھ اى فى اليد وهى
الاصابع ولذا يجب بقطعها ارش اليد كاملا ورده المحقق بعد استحسانه بانه يقتضى تعيين الاصابة باليد وهو منتف
بمسألة المطر وقد يدفع بان المراد تعيينها او ما يقوم مقامها من الآلات عند قصد الاسقاط بالفعل اختيارا

غیر ان کلا منہم کون تلک العلۃ التقدیر بثلث اصابع حتی لو کان عود الاستیعاب بلغ ذلک القدر قلنا بعدم جوازہ لہ **اقول**
وحاصل ان الید غیر لازمۃ ولکن اذا وقع بہا لم یجز الا بما ینطلق علیہ اسمہا ولکن لقائل ان یقول **اولا**
مسألۃ المطر تفیدنا ان مقصود الشرع اصابۃ البلل القدر المفروض کیفما کان ولا نظر الی الاٰلۃ ولا الفعل
القصدی اصلا وقد قرر مشایخنا ان ذکر الید المقدرۃ فی قولہ تعالٰی وامسحوا برؤسکم ای بایدیکم برؤسکم
لتقدیر المحل دون الاٰلۃ کما حققہ الامام صدر الشریعۃ وابن الساعاتی والمحقق نفسہ فی الفتح فلیتأمل
وثانیا اجمعوا ان لو مسح باطراف اصابعہ والماء متقاطر جاز فظہر ان تعیین الاٰلۃ ملغاۃ ہٰہنا اصلا وان القیاس علی التیمم
مع الفارق **والثالث** ما ابداہ بقولہ قد یقال عدم الجواز بالاصبع بناء علی ان البلۃ تتلاشی وتفرغ قبل بلوغ قدر الفرض
بخلاف الاصبعین فان الماء یحمل بین اصبعین مضمومتین فضل زیادۃ یحتمل الامتداد الی قدر الفرض وھذا امر مشاھد او مظنون
فوجب اثبات الحکم باعتبارہ فعلی الاکتفاء بثلث اصابع یجوز ولا باصبعین لان ما بینہما من الماء یمتد قدر اصبع وعلی
اعتبار الربع لا یجوز لان ما بینہما مما لا یغلب علی الظن بلوغہ الربع اھ **اقول** اٰخر کلامہ یشہد ان مرادہ بقولہ یحتمل الامتداد
الی قدر الفرض ھو قدرہ علی القول باجزاء ثلث فکان الاولی التعبیر بہ دفعا للوہم ثم ان المحقق ردہ بقولہ الا ان ھذا یعکر علیہ عدم
جواز التیمم باصبعین اھ **اقول** ای فلیس ثمہ شیئ یفرغ ویتلاشی اذ لا حاجۃ الی اثر غبار علی الید فان کان فضل غیر ملتفت الیہ
شرعا فکان معدوما حکما وان لم یکن فاظہر العدم حقیقۃ وحکما وھذا معنی قول شمس الائمۃ مخصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد
فہذا کلام اوردہ المحقق ولم یفصل القول فیہ فصلا **اقول** ویرد ایضا علی ما ابداہ ان فناء البلل غیر مطرد لما سمعت من تصحیح الخلاصۃ
الجواز فی مد الاطراف وان لم یکن الماء متقاطرا مع ان حکم المسألۃ مطلق ویظہر لی واللّٰہ تعالٰی اعلم ان لا مخلص الا ان یقال
ان المراد بعدم الاجزاء ما اذا کانت البلۃ خفیفۃ تفنی باول وضع او قلیل مد حتی لا تبقی الا نداوۃ لا تنفصل عن الید فتبل
الرأس لعلہ ھو الاکثر وقوعا وتصحیح الخلاصۃ ما اذا کانت کثیرۃ تبقی الی بلوغ القدر المفروض بحیث تنفصل فی کل محل فتصیب
وھذا ھو مراد المحیط بالتقاطر فتتفق الکلمات وانت اذا نظرت الی الوجہ لا عنت بہذا التفصیل کیف ولا معنی لاجزاء النداوۃ فی
الصورۃ الاولی ولا لاھدار البلۃ فی الصورۃ الثانیۃ فلیکن التوفیق وباللّٰہ التوفیق اما حدیث التیمم **فاقول** لا بد فیہ
من قصد المکلف فی فعلہ الاختیاری فیکون المعتبر ایراد الامام شمس الائمۃ فیہ مسألۃ الاٰلۃ وانہم صرحوا ان لو تیمم باصبع او
اصبعین وکررہ مرارا لم یجزہ کما فی البحر عن السراج ہو الا یضاح ولو مسح رأسہ باصبع واحدۃ وکررہا جاز مع صح اجماعا فلا یطلب
موافقۃ ما ھنا لما فی التیمم حتی یعکر علیہ بہ اذ لا تعین للاٰلۃ ھٰہنا اصلا بخلاف التیمم وذلک ایضا فی الطریق المعتاد فی التیمم
بالید والا فقد نص فی الحلیۃ ان لو تمعک فی التراب یجزئہ ان اصاب وجہہ وذراعیہ وکفیہ لانہ اتی بالمفروض وزیادۃ اقول